عبدالقادر مغربی اور اُن کا اصلاحی نظریہ

جناب سید احتشام احمد صاحب ندوی ایم۔اے، بی، ٹی، ایچ (علیگ)

عبدالقادر مغربی اُنیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے نصف اوّل میں ایک عظیم اصلاحی شخصیت کی حیثیت سے متعارف رہے ہیں، جنھوں نے امّتِ اسلامیہ کی خدمت میں اپنی زندگی گزاری اور سید جمال الدین افغانی کے پیغام کی تکمیل کرتے ہوئے شیخ محمد عبدہٗ کی طرح اصلاح میں سرگرم رہے، انھوں نے ایک ذہنی انقلاب پیدا کرنے میں بڑی مدد دی ہے، مصلحین کی یہ جماعت جس میں سید جمال الدین افغانی کی قیادت تھی اور جس میں محمد عبدہٗ، امیر شکیب اور عبدالرحمٰن الکواکبی شامل تھے، اسی طائفہ میں عبدالقادر مغربی کا بھی شمار ہے جنھوں نے ایک طرف اصلاحی اور اجتماعی کام انجام دیئے اور دوسری طرف علم و ادب کی خدمت کی۔

عبدالقادر مغربی کا زمانہ ایک اضطراب کا زمانہ تھا جبکہ ترکی حکومت دم توڑ رہی تھی اور "مردِ بیمار" میں کوئی تاب نہ رہی تھی، عرب عثمانیوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ تھے اور اہلِ مغرب نے ان کو سمجھا دیا تھا کہ وہ ترکوں کے تحت غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، مصر، شام، عراق اور سعودی عربیہ ہر جگہ تحریکیں چل رہی تھیں، اندر اندر ترکوں کے خلاف انقلاب کا مواد پک رہا تھا۔ اقتصادی حالت بھی ان ممالک کی بڑی خراب تھی، تعلیم بھی کچھ نہ تھی، غرضیکہ جس وقت شیخ عبدالقادر مغربی لاذقیہ میں ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے اور پڑھ لکھ کر شعور کی آنکھیں کھولیں تو انھیں یہ حالت نظر آئی، ان کے والد بہت پڑھے لکھے آدمی تھے اور دمشق میں قاضی تھے۔ اس طرح ان کی تربیت دینی طور پر ہوئی۔

بچپن ہی سے انہیں علم دین اور ادب سے دل چسپی تھی، انھوں نے زیادہ تر کتابیں اپنے والد سے پڑھیں اور علم دین میں تحقیق حاصل کی، انھوں نے جامعہ ازہر جاکر سید جمال الدین سے استفادہ کیا اور ان کے خیالات وعقائد سے فائدہ اٹھایا اور اپنے اندر نظریاتی و اصلاحی سوجھ بوجھ پیدا کی اُن کی اور محمد عبدہٗ کی تحریکوں کو غور سے پڑھا اور اس سے متاثر ہوئے۔[1]

یہی وہ اثر تھا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں طالب علم تھا جب مجھے العروۃ الوثقیٰ نظر آیا ایک استاد نے اس پرچہ کی بہت تعریف کی اور اسی وقت ان کا تاثر اور اصلاح سے ان کا تعلق بہت پختہ اور گہرا ہوگیا اور دوسری جانب العروۃ الوثقیٰ ان کا سب سے محبوب رسالہ بن گیا جس کو وہ شروع سے آخر تک پڑھتے تھے اور اس کی فصاحت و بلاغت اپنے اسلوب میں سموتے تھے اس کا اعتراف انھوں نے خود کیا ہے۔[2]

فکری نقطۂ نظر سے یہ تاثر ان کا بڑھتا رہا اور وہ سمجھے کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ عزت و آزادی اسلام کے سایہ میں حاصل کریں اور زندگی میں ایک ترقی یافتہ تمدن کی ترجمانی کریں۔

یہ خیالات ایسے تھے کہ حکومت انہیں پسند نہیں کرتی تھی اور اسے خطرناک سمجھتی تھی، واقعہ یہ ہے کہ مغربی حکومت کی عنایتوں کو ٹھکرا کر اصلاحی کاموں میں لگے رہے جس کی وجہ سے ان کی شخصیت نکھر کر سامنے آسکی۔ انھوں نے برمحل عبدالحمید وغیرہ پر اعتراضات کئے اور ان کی غلط روش پر انہیں ٹوکا، انھوں نے صاف الفاظ میں مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ انہیں ایک ایسے دینی انقلاب کی ضرورت ہے جو ان کے اجتماعی، تعلیمی اور تہذیبی مسائل کو حل کردے، انھوں نے عثمانی حکومت اور عبدالحمید پر سخت تنقیدیں کیں کہ انھوں نے ایسی روش اختیار کر رکھی ہے جس سے مسلمانوں کا انحطاط بڑھتا جارہا ہے۔ مغربی نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں عبدالحمید پر تنقید ہے، دو شعر ملاحظہ ہوں:۔

بلّغ امیر المؤمنین نصیحۃً   تبغی القبولَ ولا تریدُ ثوابا
امیر المومنین کو ایک نصیحت پہنچا دو کہ   وہ نصیحت قبولیت چاہتی ہے ثواب نہیں
ضیّعتَ ملکک واھتنتَ رجالَہٗ   فعلامَ تحوی التاج والالقابا
تونے اپنے ملک کو ضائع کردیا اور اہل ملک کو ذلیل کردیا تو کس بات پر تاج اور القاب جمع کرتا ہے۔ (یعنی استعمال کرتا ہے)

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب جمال الدین افغانی ذکریات واحادیث تالیف عبدالقادر مغربی ص ۴۳، ۴۵۔
[2] سید جمال الدین افغانی ص ۱۶، ۱۷۔

یہ ایسی بات تھی کہ حمیدی حکومت نے فوراً مغربی کو گرفتار کر لیا اور بیروت بھیج دیا، چند مہینوں بعد وہ وہاں سے رہا ہوئے اور "البرھان" ایک پرچہ نکالنے لگے اور اس بات کی دعوت دینے لگے کہ ایک ایسا اسلامی بلاک قائم کیا جائے جو اہلِ یورپ کا مقابلہ کر سکے، اس پرچہ میں امیر شکیب ارسلان بھی شریک تھے بالآخر ترکو عثمانی حکومت نے مدینہ بلا لیا اس لئے پرچہ بند کرنا پڑا[1] مغربی اس کالج میں بھی شریک ہوئے جو عثمانیوں نے مدینہ میں قائم کیا تھا، آخر میں نائب رئیس المجمع العلمی ہو گئے تھے۔

مغربی بحیثیتِ صحافی کے بہت مشہور ہوئے انھوں نے کئی پرچے جاری کئے اور ان کا مستقل خیال تھا کہ اس دور میں امت کی اصلاح کا سب سے بہترین ذریعہ صحافت ہے تاکہ اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جا سکے۔ مغربی نے جس طرح کہ دوسرے مصلحین نے کوشش کی یہ چاہا کہ ازہر کی اصلاح کریں، چنانچہ مشہور پرچہ "المؤیّد" میں کئی مضامین ازہر کی اصلاح پر لکھے اور علماء پر سخت تنقیدیں کیں کہ وہ خالقاہیت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور جمود میں پھنسے ہیں اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ جمود سے نکلیں، نئی راہ اختیار کریں تاکہ علماء کی اصلاح سے امت کی اصلاح ہو سکے[2]

اصلاحات کے سلسلہ میں ان کی مشہور کتاب "الاخلاق والواجبات" ہے، اس میں انھوں نے بڑی دقتِ نظر سے کام لیا ہے اور انسانی واجبات کی چار قسمیں کی ہیں شخصی واجبات جیسے انسان کی صحت طہارت پیشہ اور ساتھ ساتھ صفاتِ ذاتی کا سنوارنا از قسم شجاعت صبر عقل اور صدق وغیرہ۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں انھوں نے خانگی زندگی کے واجبات بیان کئے ہیں اور دین میں اہل و عیال کے بارے میں اور یتیموں وغیرہ کے سلسلہ میں جو احکامات وارد ہوئے ہیں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تیسری قسم میں اجتماعی اخلاق و واجبات کی تلقین کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اجتماعی زندگی میں تعاون عدل امانت اور رحمت وغیرہ کو کیا عظمت حاصل ہے ان امور کو انھوں نے بڑے موثر انداز میں بیان کیا ہے، چوتھی قسم اخلاق و واجبات کی، مغربی نے تمدنی اور سیاسی مسائل کو قرار دیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ ایک مسلمان کا ان سب معاملات میں کیا رویہ ہونا چاہئے اس کا سلوک اہل وطن کے ساتھ کیا ہونا چاہئے، اور حکومت سے کس طرح اسے پیش آنا چاہئے اور اطاعتِ حکام اور ان کی خیر خواہی کس حد تک

---

[1] محاضرات عن عبد القادر المغربی تالیف محمد اسعد طلس ص ۲۰، ۲۱، ۲۲ [2] محاضرات ص ۳۳، ۳۴، ۳۵

کرنی چاہئے اور اس کا کیا مقصد ہے ؟ آخر میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ انھوں نے ان سارے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے - ان کی ایک دوسری کتاب جو اصلاحی نقطۂ نظر سے بڑی اہم ہے، وہ ہے "کتاب البینات" اس میں ان کے بہت سے فکری مضامین شامل ہیں جیسے اسلامی اصلاح کی ذمّہ داریاں، زندگی کے خانگی مسائل، اسلام میں طلاق کی حیثیت وغیرہ - بدعت کے خلاف بھی انھوں نے بہت سے مضامین لکھے ہیں، ایک بہت اچھا موضوع انھوں نے اشتراکیت کا اس کتاب میں چھیڑا ہے اور اس نظریہ کو موضوعِ بحث بنایا ہے کہ اشتراکیت کی اصل دوا اور اس سے بچنے کی ڈھال زکوٰۃ ہے اور چوں کہ مسلمانوں میں زکوٰۃ وغیرہ کے طرز کے مالی احکامات غیر منظم ہیں - اس لئے ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں میں اشتراکیت رواج پا جائے، اگر وہ ان شرعی احکامات پر عمل کریں اور زکوٰۃ کے نظام کو عملی جامہ پہنا دیں تو ان سے اشتراکیت کا خطرہ دور ہو جائے، اس کے لئے انھوں نے تین شرطیں قرار دیں، وہ کہتے ہیں کہ افراد میں اتنا احساس پیدا کیا جائے کہ وہ تقویٰ کی بنا، پر زکوٰۃ نکالیں، اگرچہ کوئی محاسب نہ ہو، اس لئے کہ زکوٰۃ کا فریضہ امّت نے چھوڑ دیا ہے، چند اہلِ دین اسے ادا کرتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ قلیل رقم بھی فقہاء کی رائے کے مطابق تقسیم ہوتی ہے جس سے امت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مصارف زکوٰۃ کے بارے میں مستحقین خلط ملط ہو گئے ہیں، اس لئے مغربی نے یہ تجویز رکھی ہے کہ اہلِ دین و امانت ہر اسلامی شہر میں ایک کمیٹی بنا لیں اور پھر مال داروں سے زکوٰۃ لے کر یہ طے کرلیں کہ کون کون مستحقین ہیں اور فقراء کی اولاد کی تعلیم اور انہیں اتنا مال دینا جس سے وہ کوئی تجارت یا پیشہ اختیار کرسکیں اس کو بھی ضروری قرار دیا جائے، اور مریضوں میں بھی یہ روپیہ خرچ کیا جائے، یہ علاج ہے اشتراکیت کا مغربی کی رائے میں[1] مغربی خود کہتے ہیں کہ اس طرح اشتراکیت کی روح اسلام کی روح سے موافق ہو جائے گی۔ اور اسلامی نظامِ زکوٰۃ سے مرضِ اشتراکیت کا علاج ہو جائے گا۔ لیکن اگر اشتراکیت کا مطلب کچھ اور ہو تو اس کے لئے دوسری دوا تلاش کرنی چاہئے لیکن اس کی کوئی دوا موجود نہیں[2]

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ انھوں نے ایک ایسے شخص کی طرح نہیں پیش کیا جو اشتراکیت کے پورے نظام سے واقف ہو ان کی معلومات بہت زیادہ گہری نہیں تھیں، اشتراکیت ایک نظامِ زندگی ہے اور ایک

---

[1] محاضرات ص ۶۸ - ۶۹ - [2] البینات تالیف عبدالقادر مغربی جلد دوم ص ۱۹۵، ۲۰۰ -

نظام عقائد و اخلاق بھی ہے' بہرحال مغربی کی نظر ایک مسلم محافظ کی نظر تھی، وہ مسائل کا حل کتاب اللہ میں اور سنتِ رسولؐ میں تلاش کرتے ہیں، بہرحال زکوٰۃ کا نظام اگر واقعی عملی زندگی میں داخل ہوجائے تو یقیناً غربت بہت کم ہوجائے اور اشتراکیت کے لئے اسلامی ملکوں میں کوئی موقع باقی نہ رہے۔

ان کا تیسرا اصلاحی کارنامہ قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تفسیر ہے جس میں انھوں نے شیخ محمد عبدہٗ کا طرز اختیار کیا ہے اور مسلمانوں کو غفلت سے چوکانے کی سعی کی ہے' انھوں نے جمہور علماء کی مخالفت کی ہے، اور ان لوگوں کی رائے کو بھی صحیح نہیں سمجھا جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنّت اور اس کے اسباب کا جو ذکر کیا ہے وہ اس کی قدرت میں داخل ہے' انسان کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی قرآنی مسئلہ میں تاویل یا عقل کو دخل دے، دوسرا گروہ وہ ہے جو تصوّف کی وجہ سے عشقِ الٰہی میں یقین رکھتا ہے، جو تمام چیزوں کی تاویل لغت کے معنی سے ہٹ کر کرتا ہے اور مکاشفات وغیرہ میں یقین رکھتا ہے مغربی صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ دونوں فریق صحیح نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید بندوں کی اصلاح کے لئے نازل فرمایا ہے اور ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم اس کے معنی سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ قرآن مجید فاسد دعووں کو باطل کرتا ہے اور ان سب باتوں کو ایک ادبی ذوق کے ذریعہ سے دل میں اتارتا ہے لہٰذا قرآن مجید کی فہم کے لئے لغت اور زبان کا حصول ضروری ہے[1]

انھوں نے حضورؐ کی سیرت بھی ایک نئے انداز سے لکھی ہے اور اس کے مقدمہ میں اس کتاب کے دو مقاصد بتائے ہیں' ایک تو یہ کہ اس سے مسلمانوں کو تقویتِ ایمان حاصل ہوگی۔ اور دین پر اعتماد بڑھے گا اور دوسرا مقصد یہ بتایا ہے کہ ہم کو نبیؐ کے اعمال و اخلاق اور صحابہ کے کارناموں پر غور کرکے آج کی زندگی میں اپنی اصلاح کی راہ تلاش کرنی ہے[2]

مغربی نے ادب میں بھی بہت کچھ لکھا ہے' ان کی تصانیف کی تعداد چودہ[14] ہے، لیکن اس کے علاوہ بے شمار مضامین میں عربی ادب کی ایک تاریخ بھی انھوں نے لکھی ہے اور بلاغت پر بھی ان کی ایک تصنیف بہت اہم ہے عبدالقادر مغربی اجتہاد کے مسئلہ پر بھی کام کرتے رہے اور اپنی علمیت سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے وہ خاندانی طور پر فقیہ تھے، مغربی خود کہتے ہیں کہ اہلِ جامدین میں سے وہ ہیں جو گذشتہ روشن دماغ فقہاء کی

[1] علیٰ ہامش التفسیر ص ۱۴-۱۵ - بحوالہٗ محاضرات۔ [2] محاضرات ص ۷۶

اندھی تقلید کرتے ہیں اور محض نصوص نقل کرتے ہیں اور گذشتہ فقہاء کے اقوال تک محدود رہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ انسان کی آزاد عقل، آزاد فیصلہ اور آزاد زندگی میں یہ کتنی غلط بات ہے کہ اسے اندھی تقلید پر مجبور کیا جائے۔[1]

وہ معاملات میں بحث اور مناقشہ کے علمبردار تھے اور تقلید کے بجائے روشن خیالی اور زمانہ کے مطابق اجتہاد کے قائل تھے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اہلِ دین ایک اسلامی اصلاح کی تحریک نہیں چلاتے تو وہ امتِ اسلامی میں ایک عام انقلاب کو اپنے جمود سے روک نہیں سکتے، اس لئے کہ موجودہ دور میں اصل طاقت اہلِ سیاست کے ہاتھ میں چلی گئی ہے اور وہ ہر شکل پر اپنی سیاسی قوت سے قابو پا لیتے ہیں، مشکل یہ ہے کہ اہلِ دین اسلام کے ساتھ اصلاح کا لفظ سن کر بھڑک اُٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ لغو بات ہے کیا دین کبھی خراب تھا کہ ہم اس کی اصلاح کے بارے میں فکر کریں حتیٰ کہ بعض علماء یہ سننے کو بھی تیار نہیں کہ مسلمان عملی طور پر آج مسلمان نہیں رہا اس لئے کہ اس نے عمل ترک کر دیا ہے لیکن کیا کیا جائے۔ ہم مجبور ہیں کہ اس حقیقت کو فاش کریں۔[2]

مغربی کا خیال ہے کہ اسلامی اصلاح کے لئے سب سے اہم ذمہ داری علماءِ دین پر عائد ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ محض خطبات دینے اور کتابیں لکھ دینے سے امت کی اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ سب سے اہم ذریعہ یہ ہے کہ امت میں تعلیم عام کی جائے، اور ایسے مدارسِ اسلامیہ پورے عالمِ اسلام میں عام کر دیئے جائیں جو انہیں صحیح اسلامی تربیت عطا کر سکیں، جب مسلمان بچے اس طرح اسلامی تربیت سے فیض یاب ہوں گے تو یقیناً وہ اسلام کی خدمت کر سکیں گے اور ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکیں گے۔[3]

عبد القادر مغربی پر بہت نازک وقت اس موقعہ پر آیا جبکہ انھوں نے عورتوں کو شرعی پردہ کی تلقین کی یعنی وہ اس حد تک بے نقاب ہو جائیں جس حد تک شرع کہتی ہے۔ اور رواجی پردے سے نجات حاصل کریں، انھوں نے اپنے بہت سے معاصرین کو صاف یہ جواب دیا کہ آپ لوگ اس پردے کو شرعی پردہ کہتے ہیں جو طرز یورپ و امریکہ میں ہے اور ان کے ملنے جلنے اور آزادانہ تفریح کو جائز قرار دیتے ہیں، مغربی کہتے ہیں کہ ایک طرف تو شریعت ان برائیوں سے روکتی ہے اور دوسری طرف وہ ان کی آزادی بھی برقرار رکھتی ہے اس پر ان کے خلاف بڑا شور مچایا گیا لیکن وہ برابر عورتوں کے سلسلہ میں اصلاح کی دعوت دیتے رہے، ان کا خیال تھا کہ عورتوں کو پوری طرح سے

---

[1] البینات جلد اول ص ۱۱ - [2] ایضاً ص ۲- ۱۷- [3] ایضاً ص ۱۵-

تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو اس طرح رکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے علاوہ سوائے قبر کے دوسری چیز نہیں دیکھتیں، وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ عورت کو مالکانہ حقوق حاصل ہونے چاہئیں اور شوہر کا انہیں ہر معاملہ میں محتاج نہیں رہنا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا شرع نے عورتوں کو اس طور پر پردے میں مقید کر دیا ہے، جس طرح کہ وہ آج مقید ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ بات مشکوک ہے، ان کے اس اظہارِ خیال پر پوری عرب دنیا میں شور مچ گیا اور ان کے خلاف کفر تک کے فتوی دیئے گئے، اسلام نے جو شرعی پردہ رکھا ہے وہ اس انداز کا نہیں ہے جیسا کہ آج رائج ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس کا مقصد عورتوں کی عزت کی حفاظت ہے، اسلام نے اس کے لئے کوئی خاص شکل نہیں بتائی ہے، اس کے لئے تین طریقے استعمال کئے جا سکتے ہیں، پہلی بات تو یہ کہ عورت کو اجنبی شخص کے سامنے بن ٹھن کر نہیں آنا چاہیے، کبھی کسی غیر مرد کے ساتھ نہیں جانا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کے ساتھ سفر کرنا چاہیے، اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کے لئے ہر زمانہ میں عمل کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ موجودہ پردہ شرعی نہیں بلکہ رواجی ہے، عورتوں سے انسانی معاشرے کو فائدہ پہنچنا قدرتی بات ہے، اس لئے ان کو تعلیم تربیت و آزادی حاصل ہونی چاہیے۔[1]

مغربی کا یہ بھی خیال تھا کہ اسلامی فرقوں کے درمیان اختلاف کو دور کر کے اتحاد پیدا کیا جائے، وہ اجتہاد کی دعوت دیتے ہیں اور صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ اس دور میں اجتہاد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے قریبی عہد میں علماءِ امت کو بڑی آزادی حاصل تھی، وہ کوفہ اور بصرہ کی مسجدوں میں بیٹھ کر بلا کسی خوف کے اپنے مجتہدانہ خیالات کا اظہار کرتے تھے اور لوگ ان سے متاثر ہوتے تھے اور ان کے اندر بھی غور و فکر کا مادہ پیدا ہوتا تھا۔[2]

مغربی کے ان خیالات میں تجدد تو ضرور ہے مگر شاید تجاوز نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی بنا پر عالم اسلامی میں عورتیں مردوں کے مقابلہ میں بہت پسماندہ رہیں، یہ کیفیت ظاہر ہے کہ ایک مصلح کے دل پر بڑا اثر ڈالتی ہے پھر دوسرے مسائل میں بھی مغربی اجتہاد کی دعوت دیتے ہیں اور جو دروازہ علمائے جامدین نے بند کر رکھا تھا اس کو وہ کھولنا چاہتے ہیں، ان کی ان آراء میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فکر کی بلندی کے ساتھ ساتھ ایک ذہنی کشمکش بھی ان کے اندر موجود ہے، مثلاً عورتوں کے پردہ کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں کہ اگر شرعی پردہ یہی ہے

---

[1] محاضرات ص ۵۵ [2] ایضاً ص ۵۶۔

تو پھر ہم کو سوچنا پڑے گا اور اجتہادی قوت سے کام لینا پڑے گا، پھر وہ یہ بھی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام تو خود ہی عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کا علمبردار ہے اس لئے یہ پابندیاں ان پر صحیح نہیں ہیں لیکن احتیاط شرعی ضروری ہے۔ بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ بے پردگی ان کا مقصد نہ تھا بلکہ عورتوں کو ایسے مواقع فراہم کرنا ان کا مقصد تھا جس میں وہ ترقی کر سکیں، مغربی کے خیالات ہم کو فکر کی دعوت دیتے ہیں اور انھوں نے جو اصلاحی کوششیں کی ہیں، ان سب میں اسلامی فکر کارفرما ہے، اور اسی کی خاطر انھوں نے یہ سب کیا ہے، ان کے افکار نے جدید طبقہ کو متاثر کیا ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ انھوں نے خود عملی طور پر نہ کوئی تحریک چلائی اور نہ کوئی ایسی درس گاہ قائم کی جو ان کی فکر کا نمونہ بن سکتی۔

مذکورہ تمام خیالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی نے دورِ جدید سے تمام پیدا شدہ مسائل کو اٹھایا ہے اور ان پر اپنے خیالات کا اسلامی طرزِ فکر کے ساتھ اظہار کیا ہے، جس سے پڑھنے والے کو روشنی بھی ملتی ہے اور حرارت بھی !!

ہند و پاکستان کے دینی و علمی ذوق رکھنے والے حضرات کو اطلاع

جو حضرات ہندوستان و پاکستان کے مشہور و معروف اور متبحر علماء کی عام فہم، مدلل اور ایمان افروز تصانیف سے مستفید و محظوظ ہونا چاہتے ہیں اُنہیں یہ پڑھ کر انتہائی مسرت ہوگی کہ ہم نے ایسے اہلِ ذوق اور دینی تڑپ رکھنے والے لوگوں کے لئے اس کا معقول انتظام کر لیا ہے۔

ہم قطعی یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہمیں انشاء اللہ ہمیشہ معاملہ فہم اور دیانت دار پائیں گے ہمیں یقین ہے کہ ہماری طرف رجوع کرنے سے آپ حضرات کو علمی و دینی آسودگی حاصل ہوگی۔

ہر قسم کی دینی، علمی، ادبی، اصلاحی، تاریخی، نیز اسلامی مدارس سے متعلقہ جملہ کتب و قرآن پاک وغیرہ کے لئے ہندوستان و پاکستان کے حضرات ہمیشہ مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

ادارۂ فروغِ اسلام سعید منزل ۱۶۸ انار کلی لاہور